34

دیگر مذاہب پر اِسلام کی فضِیلت

(فرمودہ ۲۰/ اکتوبر ۱۹۱۶ء)

سورۂ فاتحہ اور مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى یُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ○ (النور:۲۹،۲۸)

اِسلام کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے دیگر مذاہب پر جو فضیلتیں حاصل ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اِس میں ایسے مسائل جو ہیں تو جزوی لیکن تمدّن یا اخلاق یا عظمتِ الٰہی یا اللہ تعالیٰ کی محبّت کے پیدا کرنے میں ان کا بڑا دخل یا اثر ہے ان کو بالتفصیل بیان کرتا ہے اور یہ فضیلت ایک ایسی بیّن اور روشن فضیلت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی جبکہ ابتدائی زمانہ تھا اور لوگوں کا حسد اور بُغض بہت بڑھا ہؤا تھا اور بعد میں بھی جبکہ اسلام کے متعلق مخالفین کے دلوں میں غصّہ اور کینہ بہت سرایت کر گیا تھا اس کو تسلیم کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہود کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ ان کو اِس بات کا اقرار تھا اور وہ یہ کہتے کہ اسلام نے جس تفصیل سے باتیں بیان کی ہیں اَور کسی مذہب نے نہیں کیں [1]۔ گویا ان کو اسلام کی ایسی باتوں پر رشک آتا ہے۔ اور کسی نے کہا ہے **الفضل ما شھدت بہِ الاعداء** کہ خوبی وہی ہوتی ہے جس کا اقرار دشمن کرے۔

---

[1] بخاری کتاب الایمان باب زیادۃ الایمان و تنقیصہٖ۔

تو دشمنوں نے بھی اِس بات کا اِقرار کیا ہے کہ اسلام میں جزوی مسائل کے متعلق بھی اِس طرح کھول کھول کر بتادیا گیا ہے جن سے مسلمان بہت فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کے دین سے بُعد ہو جانے کی وجہ سے وہ تمدّن جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم نے قائم کیا تھا بہت کمزور ہو رہا ہے اور باوجود اس کے کہ اسلام نے تمام مسائل کو ایسے تفصیلی رنگ میں بیان کر دیا ہے کہ جس کی نظیر کسی اَور مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ تاہم مسلمان دن بدن گرتے جا رہے ہیں۔ احکام کے لحاظ سے تو کِسی مذہب کی کوئی کتاب قرآن کریم اور احادیث کا مقابلہ نہیں کرسکتی لیکن اب مسلمان عمل کے لحاظ سے تمام لوگوں سے پیچھے ہیں۔ وحشت، خود پسندی، لڑائی جھگڑے ان میں بہت بڑھ گئے ہیں۔ مدنیت کو چھوڑ کر بدویت کی طرف جھک گئے ہیں۔

اِسلام تمدّن سکھانے والا مذہب ہے اور انسان کو تمدّن سے وابستہ کر دیتا ہے اس کا ثبوت اس سے ہی ملتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فتن کے وقت مومن کو چاہیئے کہ جنگل میں چلا جائے [1]۔ یعنی ایسے وقت جبکہ ضلالت اور گمراہی حد سے بڑھ گئی ہو اور اس کا علاج سوائے خدا کے کسی فرستادہ کے اَور کوئی نہ کرسکتا ہو تو چاہیئے کہ عام لوگوں سے علیحدہ ہو جائے۔ اِس سے پتہ لگا کہ مومن کا اصل کام تو یہی ہے کہ لوگوں میں رہے۔ ان سے تعلقات رکھے۔ ہاں سخت تاریکی کے وقت اسے علیحدہ ہو جانا چاہیئے۔ اگر ایسی حالت نہ ہو تو پھر یہی بہتر اور ضروری ہے کہ لوگوں میں رہے۔ تمدّنی تعلقات بڑھائے۔ انہیں اسلام کی تعلیم دے۔ تو تمدّن اور اسلام دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ جہاں اِسلام ہوگا وہاں تمدّن بھی ہوگا۔ ہاں اگر کوئی اسلامی احکام کے خلاف کرتا ہے اور پھر تمدّن نہیں رہتا تو یہ اسلام کا قصور نہیں بلکہ اس کا اپنا قصور ہے۔ اگر کوئی شخص کھانا نہ کھائے اور کہے کہ میرا پیٹ نہیں بھرتا۔ تو ہم کہیں گے کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ کھانا کھائے بغیر پیٹ بھر جائے۔ ہاں اگر کوئی کھانا کھائے جائے اور پھر پیٹ نہ بھرے تو پھر یہ اُسے کہنے کا حق ہوسکتا ہے کہ یہ کھانا ہی رَدّی ہے۔ اِسی طرح اگر کوئی قوم اسلامی قواعد پر عمل ہی نہیں کرتی تو اس کی کمزوری اور نااہلی اسلام کی کمزوری نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ اس پر عمل ہی نہیں کرتی۔ ہاں اگر وہ عمل کرے اور درست طریق سے عمل کرے پھر کمزور کی کمزور ہی رہے تو کہا جائے گا کہ اس تعلیم کا نقص ہے۔ لیکن اِس وقت تک دُنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہوئی کہ جو اسلام کے بتائے ہوئے قوانینِ تمدّن پر چلی ہو اور پھر وہ اعلیٰ درجہ کی متمدّن نہ ہوگئی ہو۔ اِس زمانہ میں مسلمانوں کی جو حالت ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اسلامی قواعد پر عمل نہیں کرتے اور

[1] بخاری کتاب الفتن باب التعرب فی الفتن۔

ان سے دُور چلے گئے ہیں۔

تمام ہندوستان میں یہ بات نظر آتی ہے کہ مسلمان السّلام علیکم کہنے کو عیب سمجھتے ہیں اور بہت ایسے ہیں کہ جن کو اگر السّلام علیکم کہہ دیا جائے تو لڑ پڑتے ہیں کہ کیا ہمیں تم دُھنیا یا جولاہا سمجھتے ہو۔ گویا ان کے نزدیک السّلام علیکم ایک ایسی معیوب بات ہے جو صرف جولاہوں اور دھنیوں کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے دوسروں کے لئے نہیں۔ بعض اِسلامی ریاستوں میں تو یہ حکم جاری کر دیا گیا ہے کہ والیٔ ریاست کو السلام علیکم کہنا ہتک سمجھی جائے گی۔ اور اگر کسی نے کہا تو اُسے سزا دی جائے گی۔ ہاں کورنش بجالانا چاہیئے۔ چنانچہ ممکن نہیں کہ جو لوگ ایسے والیانِ ریاست کو ملنے جاتے ہیں اس کے خلاف کر سکیں وہ السّلام علیکم کبھی نہیں کہہ سکتے کہ اس سے ہتک سمجھی جاتی ہے۔

اِس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ مسلمان کہاں تک اِسلام سے دُور ہو گئے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ان میں السلام علیکم کہنے کا رواج اور عمل نہیں رہا بلکہ اس پر عمل کرنا ہتک سمجھا جاتا ہے اور جہاں انہیں اختیار حاصل ہے وہاں اس پر سزا دینے کے لئے تیار ہیں۔ پھر اگر کوئی لاعلمی کی وجہ سے السلام علیکم کہہ دے تو کہتے ہیں کہ یہ کیا پتھر کی طرح اُٹھا کر مار دیا۔ کیا تم میں اتنی بھی تہذیب نہیں کہ بڑوں کو السلام علیکم کہتے ہو۔ ''آداب عرض'' کہنا چاہیئے۔ اس پر وہ خوش ہوتے ہیں۔

ایک دفعہ ہم دہلی گئے۔ جن کے گھر ہم ٹھہرے ہوئے تھے ان کا ایک چھوٹا سا لڑکا تھا اس کو مَیں نے علیحدہ لے جا کر خوب اچھی طرح سکھا دیا کہ السلام علیکم کہا کرو آداب عرض نہ کہا کرو۔ ایک دفعہ ہم باہر سے جو گھر آئے تو اس لڑکے نے کہا السلام علیکم۔ ہم نے وعلیکم السلام کہا۔ تھوڑی دیر بعد معلوم ہؤا کہ ایک کونہ سے اس بچّے کے رونے کی آواز آرہی ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہؤا کہ اُس کی امّاں اس بچّے کو آہستہ آہستہ اِس لئے مار رہی ہے کہ تم نے بڑوں کو السلام علیکم کیوں کہا۔ ہم نے کہا اِس بیچارے کا کوئی قصور نہیں یہ تو ہم نے ہی اسے سکھایا ہے۔ تو السلام علیکم کہنا بڑی ہتک سمجھی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ شرفاء کا طریق نہیں ہے حالانکہ اصل میں یہی شرافت ہے۔ ''آداب عرض'' کے معنی ہی کیا ہوئے ایک فضول اور لغو سا فقرہ ہے لیکن السلام علیکم کہنے میں دُعا کی جاتی ہے۔ یہ کہنے والا کہتا تو یہ ہے کہ تجھ پر سلامتی ہو لیکن اس فقرہ کا رنگ بدلا ہؤا ہے تاکہ آپس میں محبّت اور اُلفت کا اظہار ہو۔ اصل میں اس کے یہ معنی ہیں کہ اے اللہ تُو اِس بندے پر سلامتی نازل کر۔ اب دیکھ لو کہ یہ کہنے سے نیک نتائج نکل سکتے ہیں یا آداب اور تسلیمات کہنے سے۔ السلام علیکم کہنا تو ایک دعا اور خواہش ہے جو خدا تعالیٰ سے کی جاتی ہے لیکن دوسرے صرف الفاظ ہی الفاظ ہیں معنی کچھ نہیں رکھتے۔ اِس لئے جو برکت دُعا میں ہے وہ ان میں کہاں ہوسکتی ہے۔ مگر باوجود اس کے مسلمانوں نے اسے ترک کر دیا ہے اور آج سے نہیں بلکہ آج سے بہت عرصہ پہلے سے۔ مدّت ہوئی

ایک سیاح ابنِ بطوطہ ہندوستان میں آئے تھے وہ لکھتے ہیں مَیں نے دیکھا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں السلام علیکم کہنے کا طریق نہیں رہا اس کا نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔

اگرچہ یہ اور اِسی قسم کی اَور چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں لیکن درحقیقت یہ بہت بڑی بڑی ہیں۔ یہی دیکھ لو السّلام علیکم کہنا ایک معمولی سی بات ہے لیکن نتیجہ کے لحاظ سے کس قدر عظیم الشان ہے۔ دِن میں ایک انسان کئی بار دوسروں سے ملتا ہے اگر وہ تمام کے تمام اسے کہیں کہ خدا کی طرف سے تجھ پر سلامتی ہو تو خیال کرلو کہ اسے کتنا فائدہ ہوسکتا ہے۔ لیکن اگر اسے ہزار انسان بھی آداب، تسلیم اور بندگی وغیرہ کہے تو سوائے اس کے کہ یہ لغو فقرات اس کے سامنے دہرائے جائیں گے اَور کچھ نہیں ہوگا۔

آجکل مسلمان تمدّن سے بہت دُور ہو چکے ہیں اور اِسلام کو چھوڑ کر اَور طرف نکل گئے ہیں اور السلام علیکم کہنے کو ہتک سمجھتے ہیں حالانکہ اس کی بجائے آداب، تسلیمات وغیرہ جتنے الفاظ رکھے گئے ہیں وہ سب لغو ہیں اور سلام ایک دعا ہے لیکن یہ مسلمانوں میں سے مٹ گئی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبات میں اِس قسم کی باتوں کو بھی عام طور پر بیان کرتے تھے تا کہ لوگ ناواقفیت کی وجہ سے صداقت سے دُور اور ان کے فوائد سے محروم نہ رہ جائیں جو پاک تعلیم پر عمل کرنے سے حاصل ہوسکتے ہیں۔ آج مجھے بھی خیال آیا کہ ایسی باتیں جو بظاہر چھوٹی چھوٹی معلوم ہوتی ہیں لیکن ان کا نتیجہ بہت بڑا نکلتا ہے انہیں بیان کیا جائے تا کہ اگر ہماری جماعت میں سے بھی کوئی ان سے ناواقف ہو تو وہ واقف ہوجائے۔ خدا کے فضل سے ہماری جماعت میں السّلام علیکم کہنے کا طریق بہت عمدگی سے رائج ہے گو ہندوستان سے آنے والے لوگوں میں کچھ کمی ہے ایسے لوگوں کو فائدہ پہنچ جائے گا پھر اپنی جماعت کے لوگ دوسرے لوگوں کو یہ باتیں آسانی سے سکھا سکیں گے کیونکہ ہر ایک شخص کو خواہ کوئی ہو نیکی سکھانا اور شریعت اسلام سے واقف کرنا ہمارا فرض ہے اور خاص کر غیر احمدیوں کو۔ کیونکہ جب وہ شریعت سے واقف ہوں گے اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ واقفیت ہمیں احمدی جماعت کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے اِس لئے وہ احمدی بھی ہو جائیں گے اور یہ ایک ذریعہ ہوگا ان کے احمدی ہونے کا۔ تو جو لوگ ہماری جماعت میں سے ان باتوں پر عمل کرتے ہیں۔ میرے بیان کرنے سے ان کے دلوں میں خاص اہمیّت گڑ جائے گی اور وہ دوسروں کو سمجھانا ضروری سمجھیں گے اور جو ناواقفیت اور لاعلمی کی وجہ سے ان پر عمل نہیں کرتے وہ عمل کر کے فائدہ حاصل کریں گے۔

مَیں نے اس وقت جو آیتیں پڑھی ہیں ان میں خدا تعالیٰ نے دو ایسے حکم دئے ہیں جو اگرچہ شریعت کے قوانین نہیں ہیں تمدّن سے تعلق رکھتے ہیں مگر ان پر بہت زور دیا گیا ہے کیونکہ ان کا اثر دین پر پڑتا ہے وہ حکم یہ ہیں۔ اوّل یہ کہ جب کسی کے مکان میں داخل ہونے لگو تو داخل ہونے سے پہلے مکان میں رہنے والوں سے اجازت حاصل کرلو۔ اگر وہ اجازت دے دیں تو داخل ہو جاؤ۔ دوم یہ کہ جب مکان میں

داخل ہو جاؤ تو انہیں سلام کرو۔ پہلے حکم کے متعلق یہ اَور فرمایا کہ اگر اندر آنے کی اجازت نہ ملے تو پھر داخل مت ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسی کی اَور تشریح فرما دی ہے۔ قرآن کریم نے کہا ہے کہ پہلے اِذن مانگو اور پھر اگر اجازت پاؤ تو مکان میں داخل ہو اور اگر اجازت نہ ہو تو نہ داخل ہو[1]۔ اس اذن مانگنے کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تشریح فرمائی ہے کہ یہ اِذن تین دفعہ مانگو تین دفعہ کے بعد اگر اجازت نہ ملے تو واپس لَوٹ آؤ[2]۔ یہ نہیں کہ بار بار آوازیں دیتے یا کنڈی کھٹکھٹاتے رہو۔ اگر کسی کو داخل ہونے کی اجازت مل جائے تو اس کے لئے قرآن کریم نے یہ دوسرا حکم دیا ہے کہ تسلمو اعلیٰ اھلھا[3]۔ اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **والّذی نفسی بیدہٖ لا تدخلوا الجنّۃ حتّٰی تؤمنوا ولا تؤمنوا حتّٰی تحابوا اولا ادلکم علیٰ شئٍ اذا فعلتموا تحاببتم افشوا السلام بینکم**[4]۔ کہ اسی ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم جنّت میں نہیں داخل ہو سکتے جب تک کہ مومن نہ ہو۔ اور مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس میں محبّت نہ کرو۔ اور کیا مَیں تمہیں آپس میں محبّت کرنے کی ترکیب بتاؤں وہ یہ کہ آپس میں سلام کو خوب پھیلاؤ یعنی کثرت سے ایک دوسرے کو سلام کہو۔

اجازت مانگنے کے متعلق فرمایا کہ تین دفعہ مانگو۔ یہ بات بھی اپنے اندر بہت بڑی حکمت رکھتی ہے بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ کسی کے دروازہ پر جا کر ایک بار کھٹکھٹائیں گے یا آواز دیں گے اگر کوئی آواز نہ آئے تو پھر ایسا ہی کریں گے حتّٰی کہ گھنٹہ گھنٹہ اسی طرح کرتے رہیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس طرح کرنے سے منع فرمایا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ تین دفعہ آواز یا دستک دو پھر اگر جواب نہ ملے تو واپس آجاؤ کیونکہ اندر سے اگر کوئی جواب نہیں دیتا تو اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ممکن ہے وہ گھر ہی نہ ہو یا اگر گھر میں ہو تو سویا ہؤا ہو۔ اس صورت میں اگر کوئی بار بار آواز دیتا ہے تو اس کی نیند خراب ہوگی اِس لئے اِس طرح کرنا پسندیدہ بات نہیں۔ یا ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اس آدمی سے ملنا ہی پسند نہیں کرتا یا اس سے بات کرنا نہیں چاہتا اِس لئے کوئی جواب بھی نہیں دے سکتا۔ یا کسی ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ جواب نہیں دے سکتا۔ اِن تمام صورتوں میں بار بار آواز دینا یا کُنڈی کھٹکھٹانا بہت معیوب اور ناپسندیدہ بات ہے۔ اِس لئے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین دفعہ آواز پہنچا کر اجازت لینی چاہیئے اگر مل جائے تو اندر چلے جاؤ اور اگر اجازت نہ ملے تو واپس لَوٹ جاؤ یہ نہیں کہ جب تک اندر سے کوئی آواز نہ آئے ٹلنا ہی نہیں۔ اجازت نہ ملنے کے دونوں

[1] النّور: ۲۸، ۲۹ [2] بخاری کتاب الاستیذان باب التسلیم و الاستیذان ثلثا [3] النّور: ۲۸ [4] مُسلم کتاب الایمان باب بیان انه لا یدخل الجنة الا المؤمنون و أن محبة المؤمنین من الایمان۔

معنے ہو سکتے ہیں۔ایک تو یہ کہ کوئی کہہ دے کہ آپ اندر نہ آئیں اِس وقت فرصت نہیں۔دوسرے یہ کہ کوئی جواب ہی نہ آئے۔اِن دونوں صورتوں میں واپس لَوٹ جانا چاہیئے۔

پھر سلام کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی کثرت کرنی چاہیئے۔کیوں۔اِسلئے کہ اس طرح آپس میں محبّت پیدا ہوگی۔جب کوئی دوسرے کے لئے سلامتی کی دُعا کرتا ہے تو ضرور ہے کہ اس کے دل میں محبت ہو۔اور جوں جوں وہ زیادہ عام کرے وہ محبّت بھی بڑھتی جائے گی۔آجکل تو بہت سے لوگ ایسے ہیں جو السّلام علیکم کے معنے ہی نہیں سمجھتے ایسے لوگوں کے دِلوں میں اگر ایک دوسرے کی محبت پیدا نہ ہوتو اَور بات ہے لیکن جو سمجھتے ہیں ان میں ضرور محبّت پیدا ہوتی اور بڑھتی جاتی ہے اور جب ایک اِنسان دوسرے کے لئے دُعا کرے گا تو خود اس کے لئے بھی اور دوسرے کے لئے بھی وہ دعا بہت سے فوائد اور برکات کا موجب ہوگی۔اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے بہت محبّت اور پیار کرتا ہے اِس لئے جو کوئی اس کی مخلوق سے محبت کرتا ہے اس سے وہ بھی محبت کرتا ہے۔تو ایک دوسرے کو کثرت سے سلام کہنے کی وجہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی کہ تمہاری آپس میں محبّت ہوگی اور آپس کے تعلقات درست ہوں گے۔اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہیں ایمان حاصل ہوگا اور جب ایمان حاصل ہوگا تو جنّت میں داخل ہو جاؤ گے۔

اِس سے ان لوگوں کو سبق لینا چاہیئے جو اپنا کام یہی سمجھتے ہیں کہ دوسروں سے لڑیں اور ایک دوسرے کو لڑائیں۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک جنّت میں نہیں جا سکتا جب تک کہ اس میں ایمان نہ ہو اور ایمان اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ آپس میں محبّت نہ ہو اور محبّت پیدا کرنے کا طریق ایک دوسرے کو کثرت سے سلام کہنا ہے۔

لڑائی فساد سے ایمان کو بہت صدمہ پہنچتا ہے۔بہت سے خاندان ایسے ہیں کہ باوجود ایک مذہب کو سچّا سمجھنے کے دوسروں کی دشمنی اور عداوت کی وجہ سے اسے چھوڑ دیتے ہیں۔مَیں نے اِسی فتنہ پر غور کیا ہے جو ہماری جماعت میں پیدا ہوا ہے۔اس میں شامل ہونے والے وہی لوگ ہیں جن کو ذاتی عداوتیں اور رنجشیں تھیں۔ایک آدمی کی نسبت تو مجھے خوب معلوم ہے اُس نے سمجھا ہوا تھا کہ ہمارے خاندان نے کسی موقع پر اس کے ساتھ ہمدردی نہیں کی تھی۔مَیں اُس وقت جبکہ اسے وہ واقعہ پیش آیا گھر موجود نہیں تھا کہیں گیا ہوا تھا واپس آکر مَیں نے اس شخص کو ہمدردی کا خط لکھا جس کا اُس نے یہ جواب دیا کہ آپ نے میرے ساتھ بہت ہمدردی کی ہے لیکن فلاں فلاں نے نہیں کی۔ان کی یہ بات مجھے مرنے تک نہیں بھُولے گی۔افسوس کہ یہ خط محفوظ نہ رکھا گیا ورنہ آج خوب کام دیتا۔ایک اَور نے کہا کہ اگر اَور کوئی خلیفہ ہوا تو اُس کی تو ہم بیعت کرلیں گے لیکن میاں محمود کی بیعت تو خواہ کچھ ہی ہو نہیں کریں گے۔یہ تو کل کی باتیں ہیں بنی اسرائیل کو دیکھو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اِسی لئے نہ مانا کہ یہ ہم

میں سے نہیں ۔تو دشمنی اور عداوت کا بہت خطرناک نتیجہ نکلتا ہے اور اِسی وجہ سے کئی لوگ بے دین ہو جاتے ہیں ۔کل ہی ایک شخص کا خط آیا ہے ۔چند دِن ہوئے وہ یہاں آیا تھا کہتا تھا کہ مجھے میرا پوتا دیدیا جائے ۔مَیں نے کہا بچہ کا رکھنا ماں کا حق ہے اگر وہ لے جانے کی اجازت دیتی ہے تو لے جاؤ۔ اب اس نے جا کر لکھا ہے کہ تم نے تو قرآن ہی نیا بنالیا ہے ۔اس کو ایک معمولی بات سے صدمہ پہنچا کہ کیوں خواہ بچّے کی ماں روتی اور چلّاتی ہی رہتی مجھے بچّہ چھین کر نہیں دے دیا گیا۔ اِس وجہ سے اس نے لکھ دیا کہ تم نے قرآن ہی نیا بنالیا ہے ۔اِس سے پہلے تو مَیں جو کچھ کہتا اور کرتا تھا اسے وہ قرآن کریم کے مطابق سمجھتا تھا لیکن اِس بات کے فوراً ہی بعد جو کچھ مَیں کرتا یا کہتا ہوں وہ قرآن کریم کے خلاف ہو گیا ہے اور مَیں نے نیا قرآن بنالیا ہے ۔میری ہر بات اُسے بُری لگنے لگ گئی ہے ۔تو دُنیاوی عداوتوں کا ایمان پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے اور جب ایمان نہ ہو تو انسان جنّت سے محروم رہ جاتا ہے ۔دیکھو یہ چھوٹی سی بات تھی مگر انجام کس قدر بڑا ہے ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سلام کہنے کا نتیجہ آپس میں محبّت ہوگی اور محبّت کا نتیجہ ایمان ہوگا اور ایمان کا نتیجہ جنّت میں داخل ہونا ہوگا۔ اس کا اُلٹ یہ ہوُا کہ سلام نہ کہنے کا نتیجہ تفرقہ ہوگا اور تفرقہ کا نتیجہ ایمان کا سلب ہونا ہوگا اور ایمان کے سلب ہونے کا نتیجہ جنّت میں داخل نہ ہونا ہوگا۔ تو سلام کہنا معمولی بات تھی لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اِنسان جنّت سے ہی محروم ہو جاتا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اِس بات کو معمولی کر کے نہیں چھوڑ دیا بلکہ بیان کیا ہے اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور دُنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں اِس تفصیل سے بیان کیا گیا ہو صرف اسلام کو ہی یہ شرف حاصل ہے ۔اِس بات پر اگر غیر مذاہب والے رشک کریں تو کیا تعجّب کی بات ہے ۔لیکن تعجّب ہے اُن مسلمانوں پر جو باوجود ایسی تعلیم کے پھر اس پر عمل نہیں کرتے ۔

اِسلام نے نہایت تفصیل سے کہہ دیا ہے کہ جب کسی کے ہاں جاؤ تو جا کر آواز دو یا دروازہ کھٹکھٹاؤ جب اندر سے اجازت مِل جائے تو داخل ہو اجازت کے بغیر نہیں ۔اور یہ بھی نہیں کہ اگر کوئی جواب نہ آئے تو الخاموشی نیم رضا پر عمل کر کے اندر چلے جاؤ۔ یہ کسی کا قول ہے جو بہت دفعہ غلط ثابت ہو جاتا ہے ۔اِسلام نے کنواری لڑکی سے نکاح کے متعلق پُوچھنے پر خاموشی کو رضامندی قرار دیا ہے [1] لیکن ہر جگہ یہ بات درست نہیں ہو سکتی ۔پھر بعض اَوقات ایسا ہوتا ہے کہ گھر والا پوچھتا ہے کون ہے ۔اِس کی یہ وجہ ہوتی ہے کہ بعض خاص آدمی ہوتے ہیں ان کے ملنے کے لئے اگر کوئی کام حرج بھی کرنا پڑے تو کر دیا جاتا ہے لیکن بعض کے ساتھ ملنا ضروری نہیں ہوتا اِس لئے دریافت کیا جاتا ہے

[1] بخاری کتاب النکاح باب لا ینکح الاب وغیرہ البِکر والثّیّب إلا برضاھا۔

تا کہ جیسا آدمی ہو ویسا اُسے جواب دیا جائے۔ اِس طرح پُوچھنے پر آگے سے یہ جواب ملتا ہے کہ مَیں ہوں۔ایک دفعہ کسی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر دستک دی۔آپؐ نے فرمایا مَنْ۔ دستک دینے والے نے کہا اَنَا۔یعنی مَیں ہوں۔آپؐ نے فرمایا کیا مَیں مَیں نہیں ہوں۔ یہ کہنے سے مَیں تم کو کس طرح پہچان لوں [1]۔پس اگر پُوچھا جائے تو اپنا نام بتانا چاہیئے تا پوچھنے والا پہچان لے کہ کون ہے۔پھر بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دستک دے کر دروازہ کے سوراخوں سے دیکھتے رہتے ہیں کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر دستک دینے والے نے اِس طرح کیا۔آپؐ نے فرمایا یہ مجھے بعد میں پتہ لگا ہے اگر مَیں اُس وقت دیکھ لیتا تو اس کی آنکھیں پھوڑ دیتا [2]۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مکان پر جا کر دستک دیتے تو اس سے دوسری طرف مُنہ کر کے کھڑے ہو جاتے اور جب اندر سے کوئی آتا تو السّلام علیکم کہہ کر اُس کی طرف لوٹتے [3]۔اِس طرح کرنا بھی نہایت ضروری ہوتا ہے۔کئی مکان ایسے ہوتے ہیں کہ ایک ہی کمرہ میں تمام گھر کے آدمی رہتے ہیں۔جب اس کا دروازہ کُھلتا ہے تو سامنے مستورات بیٹھی ہوتی ہیں اگر کوئی دروازہ کے سامنے مُنہ کر کے کھڑا ہو گا تو اس کی نظر ضرور اندر پڑے گی اور اِس طرح بے پردگی ہوگی۔اِسی وجہ سے رسول کریمؐ دائیں یا بائیں طرف مُڑ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔

یہ وہ آداب ہیں جو شریعتِ اسلام سکھاتی ہے۔گو یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں لیکن اگر اِن پر عمل کیا جائے تو نہایت سُکھ اور آرام کی زندگی حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ اسلام کا ہر ایک حکم بہت مفید اور فائدہ رساں ہوتا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو پھر بھی ان احکام پر جو تمدّن کے متعلق ہیں کبھی کبھی بیان کرتا رہوں گا تا کہ وہی باتیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم نے بتائی ہیں ان پر ہماری جماعت عمل کرے اور دوسروں سے عمل کرائے۔اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو اِس بات کی توفیق دے۔

(الفضل ۴؍نومبر ۱۹۱۶ء)

---

[1] بخاری کتاب الاستیذان باب اذا قال من ذا فقال انا۔
[2] صحیح مسلم کتاب الادب باب تحریم النظر فی بیت غیرہٖ۔
[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب کم مرة یسلم الرجل فی الاستیذان۔